

مفتی عبدالمجید دین پوری اور آپ کے رفقاء کی شہادت پر

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ

رئیس جامعہ کا اہم خطاب!

۳۱ جنوری ۲۰۱۳ء بروز جمعرات جامعہ کے اساتذہ کی شہادت ہوئی۔ یکم فروری کو بعد از نماز جمعہ بنوری ٹاؤن اور ملک کی متعدد جگہوں پر مظاہرے ہوئے۔ اور بروز ہفتہ جامعہ کے رئیس حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر دامت برکاتہم نے اساتذہ جامعہ اور طلبہ سے اہم خطاب فرمایا اور بہت سی نصائح فرمائیں۔ افادہ عام کے لئے یہ خطاب اور نصائح ہدیہ قارئین ہیں۔

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على أشرف الأنبياء والمرسلين وعلى آله وأصحابه أجمعين، أما بعد:

محترم علماء کرام! عزیز طلبہ! و مہمانان گرامی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ سب سے پہلے میں اپنے عزیز طلبہ اور اساتذہ کرام کا اپنے دل کی گہرائیوں سے شکر یہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اس عظیم حادثہ پر صبر کا دامن اپنے ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور عملی طور پر ”وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ“ صابریں کا نمونہ پیش کیا۔ مجھے سُننے میں آیا ہے کہ یہاں کے طلبہ جو شہداء کی روحانی اولاد ہیں، اسی طرح دوسرے مدارس کے طلبہ جو یہاں آئے، ان سب طلبہ نے اپنے آپ کو بہت سنبھالا اور بڑے صبر و ضبط سے کام لیا اور یہاں کے ذمہ داران سے انہوں نے گزارش کی کہ آپ کے حکم کی دیر ہے، آپ حکم دیں، ہم ہر چیز کے لئے تیار ہیں۔ لیکن بہر حال اللہ نے یہ دین کی خصوصیت رکھی ہے اور اس دین کے پڑھنے والوں کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ اپنے اساتذہ کے فرمانبردار ہوتے ہیں اور آپ نے دیکھ لیا کہ کتنا بڑا حادثہ ہوا اور تھوڑی سی بھی ایسی حرکت نہیں ہوئی کہ جس سے غیر متعلقہ لوگوں کو کچھ نقصان پہنچا ہو۔ پرسکون طریقہ سے احتجاج بھی ہوا، نہ کوئی توڑ پھوڑ ہے، نہ کسی کا نقصان ہے۔ اور اس سے آپ بلکہ وہ لوگ جو دینی مدارس کو بدنام کرتے ہیں کہ یہاں تو دہشت گردی پھیلائی جاتی ہے، یہاں تو یہ ہوتا ہے، یہاں یہ ہوتا ہے، آج اپنی آنکھوں سے تم نے دیکھ لیا۔ ظالمو! آنکھیں بند کر کے جو تمہارا آقا کہتا ہے طوطے کی

طرح رٹتے رہتے ہو: دہشت گردی، دہشت گردی۔ یہ کتنا بڑا حادثہ تمہارے سامنے ہے۔ ذرا بتاؤ! کسی کا ایک قطرہ خون کا بہایا گیا؟ یا کسی کا ایک پیسہ ضائع کیا گیا؟ کسی کو کوئی تکلیف دی گئی؟ اتنا بڑا مجمع چاہے وہ جنازے کے وقت ہو یا کل جمعہ کے بعد احتجاج کے وقت، پُر امن طور پر جمع ہو اور منتشر ہو گیا۔ ان ظالموں کی آنکھیں کھلنی چاہئیں جو دینی مدارس کے طلبہ کو دہشت گرد کہتے ہیں۔ اگر واقعی یہ دہشت گرد ہوتے تو ان کے پاس ایک اچھا خاصہ عذر بھی تھا، ٹریفک کی اینٹ سے اینٹ بجادیتے۔ تم کیا سمجھتے ہو کہ دینی مدارس کے طلبہ اپنا جینے ہیں؟ وہ بھی تمہاری طرح تمام طاقت رکھتے ہیں۔ نہتے ہوتے ہوئے بھی اگر وہ چاہیں تو کراچی کو اوپر نیچے کر دیں۔ لیکن ہمارا دین دین امن ہے، سلامتی کا دین ہے۔ ہمارے طلبہ وہ ہیں جو اپنے اساتذہ کے اشارے پر چلتے ہیں۔ ہمارے طلبہ وہ ہیں کہ جو اپنے اساتذہ کی جوتیاں سیدھی کرنے کو اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔ ہمارے یہاں یہ کبھی آپ نہیں دیکھیں گے کہ کسی طالب علم نے اپنے استاذ کی بے ادبی کی ہو، قتل کیا ہو، جبکہ تمہارے ہاں دن رات، جس پر قوم کا پورا سرمایہ ضائع اور صرف ہوتا ہے، علانیہ امتحان گاہ میں نگرانوں کو مارا جاتا ہے۔ اب آپ کو یہ یقین ہو جانا چاہئے کہ یہ مدارس خالص دین کے مدارس ہیں، یہاں پر امن و سلامتی کا درس دیا جاتا ہے۔

میں بہر حال اپنے اساتذہ کرام، طلبہ اور شہداء کے متعلقین حضرات کا شکر یہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور صبر و تحمل کا نمونہ پیش کیا۔ ان حضرات کی شہادت سے بے شک جامعہ اور ہمارے لئے بہت بڑا اخلاء پیدا ہو گیا ہے۔ آپ سب جانتے ہیں کہ شخصیات اور کامل انسان بڑی مدت کے بعد پیدا ہوتے ہیں: ”الناس كآبل مائة لا تكاد تجد فيها راحلة“۔ آپ ﷺ نے کام کے لوگوں کی یہ ایک مثال دی۔ اُس معاشرہ کے اندر یہی واضح مثال تھی کہ اگر ایک سواونٹ کھڑا ہے، قد کے اعتبار سے، حسن کے اعتبار سے، رنگ کے اعتبار سے، ایک سواونٹ ہے، فرمایا: بمشکل ایک اونٹ ایسا یا اونٹنی ایسی ہوگی جس پر آپ سفر کر سکیں اور صحرا میں وہ وزن اٹھا کے چل سکے۔ اسی طرح انسانوں میں شکل و صورت کے اعتبار سے تو بہت سے لوگ برابر ہوتے ہیں، داڑھیاں بھی ہیں، جُے جُے بھی ہیں، سب کچھ ہے، لیکن کام کے انسان بہت دیر سے بنتے ہیں، اسی لئے تو دشمن ہمیشہ ایسے انسانوں کا انتخاب کرتا ہے۔ لیکن ساتھ ساتھ ان دشمنانِ اسلام کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ تمہارے ان غلط حربوں سے ان شاء اللہ! دین ختم نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے خود اس دین کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے اور انسانوں میں ایک جماعت تھی، ہے، اور رہے گی جو اس دین کی حفاظت کرے گی اور اس امانت کو اپنے بعد والوں کی طرف منتقل کرے گی، جیسا کہ حدیث میں ہے: ”لا تـزال طائفة من أمتي ظاهرين على الأرض لا يضرهم من خالفهم“۔ اور یہ جماعت علماء کی جماعت ہے جو اس دین کے پڑھنے پڑھانے والے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے فرائضِ نبوت چار ہیں، جو قرآن نے بیان کئے ہیں: تلاوتِ کتاب اور تعلیمِ کتاب و حکمت اور تزکیہ۔ یہ علماء کی ہر دور میں اللہ نے ایک جماعت پیدا کی

ہے، جس کا سلسلہ چل رہا ہے، کوئی قرآن کے الفاظ کی حفاظت کر رہا ہے، کوئی اس کے معانی کو بتا رہا ہے، کوئی اس کی حکمت کو۔ اور کتاب و حکمت سے مراد قرآن کریم اور حدیث ہے اور اسی طرح خانقاہیں تربیت کا فریضہ سرانجام دے رہی ہیں۔ یہ سلسلہ چل رہا ہے اور چلتا رہے گا، ان شاء اللہ!

ٹھیک ہے ہماری آزمائش بھی ہے، ہمارا امتحان بھی ہے کہ کیا واقعی ہم ان مراحل سے صبر و استقامت کے ساتھ گزرتے ہیں یا جزع فزع میں مبتلا ہوتے ہیں، اسی لئے اللہ نے دنیا میں فرمادیا: ”بَشِّرِ الصَّابِرِينَ“؛ ”إِنَّ اللّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ“ ہمارے جیسے انسان جو کرسیوں پر بیٹھے ہیں، اگر کسی کو ایک عام حادثہ میں کہہ دیں کہ بھائی! فکر نہ کر، میں تمہارے ساتھ ہوں، فکر نہ کر، میں تیرے ساتھ ہوں تو اس کی ہمت کتنی بڑھے گی؟ اور جہاں اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں: ”إِنَّ اللّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ“ اس کا اندازہ آپ خود لگالیں، تو بہر حال اس میں کوئی شک نہیں، انسان کمزور ہے، غم اور صدمہ کا ہونا بھی لازمی ہے۔ اور غم سے روکا بھی نہیں گیا، آنسو بہہ جائیں، اس سے نہیں روکا گیا۔ جو چیز صبر کے خلاف ہے جزع فزع اور ”ضرب الخدود“ اور ”شق الجيوب“ (رخسار پیٹنا اور گریبان پھاڑنا) ان سے منع کیا گیا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارا ایک اہم شعبہ شعبہ افتاء اس کے یہ دونوں حضرات، مرحومین، شہداء ستون تھے۔ دیکھیں جس طرح یہ مسجد کی عمارت ہے، اس کے یہ ستون کھڑے ہیں، ان پر یہ چھت کھڑی ہے، تو اداروں میں یہ ہوتا ہے، بعض حضرات کی حیثیت ستون کی ہوتی ہے۔ اور اہل باطل اور دشمن چاہتا ہے کہ ستون کو گراؤ۔ لیکن ان کو یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ یہ اللہ کا دین ہے، اللہ نے اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: ”إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ“۔ حضور ﷺ کی پیدائش سے پہلے جب ابرہہ نے بیت اللہ پر حملہ کرنے کی کوشش کی، بڑے ہاتھیوں کے ساتھ آیا، قرآن کریم میں مستقل ایک سورت اس واقعہ کی طرف اشارہ کر رہی ہے: ”أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ“ وہ ابرہہ بڑے بڑے ہاتھیوں کا لشکر لے کر بیت اللہ کو گرانے کے لئے روانہ ہوا، یمن سے آتے، آتے، منیٰ کے قریب وادیٰ محصب کے قریب اس نے ڈیرہ ڈالا۔ اب تیاریاں کر رہا تھا حملہ کی۔ اس وقت مکہ مکرمہ میں سب سے بڑی سیاسی اور دینی شخصیت آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب تھے۔ ان کے اونٹ بھی ادھر چر رہے تھے، اس لئے کہ منیٰ ایک وادی ہے، تو وادیوں کے پاس گھاس وغیرہ اُگ آیا کرتی ہے، درخت وغیرہ اُگتے ہیں۔ تو ابرہہ کے سپاہیوں نے ان کے اونٹ پکڑ لئے، عبدالمطلب کو پتہ چلا تو یہ ابرہہ کے پاس تشریف لے گئے۔ اس نے بڑا اکرام کیا کہ یہاں کے بڑے ہیں، اور بٹھایا اور کہا کہ آپ کیسے تشریف لائے؟ انہوں نے فرمایا کہ میرے اونٹ آپ کے سپاہیوں نے پکڑ لئے ہیں، وہ مجھے واپس کر دیں۔ اُسے بڑا تعجب ہوا، کہنے لگا میں تو یہ سمجھا کہ آپ آئے ہوں گے، آپ اس بات پر مذاکرات کریں گے کہ آپ بیت اللہ پر حملہ نہ کریں، آپ واپس چلے جائیں، تو آپ یہ چھوٹی سی بات لے کر آئے ہیں؟ حضرت عبدالمطلب نے بڑا عجیب جواب دیا، وہی جواب آپ کو سنانا چاہتا ہوں، فرمایا: بھائی! اونٹوں کا مالک میں ہوں، اس لئے میں اونٹ مانگنے آیا ہوں، جو آپ کے

سپاہیوں نے لے لئے ہیں، باقی رہا بیت اللہؐ 'إِنَّ لِهَذَا الْبَيْتِ رَبًّا يَحْمِيهِ' اس کا اپنا ایک رب ہے، وہ اس کی حفاظت کرے گا، اس کی حفاظت میرے ذمہ نہیں ہے۔ جو جس چیز کا مالک ہوتا ہے، وہی اس کی حفاظت کرتا ہے، تو میں تو اونٹوں کا مالک ہوں، اس لئے وہی مانگنے آیا ہوں اور اس کا مالک رب ہے اور پھر رب نے کیسے حفاظت کی؟ 'وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ' اللہ چاہے تو منیٰ کی پہاڑیوں سے ان ہاتھیوں کے مقابلے میں بڑے بڑے ہاتھی نکال کر ان پر ڈال دیتے، اللہ قادر ہے۔

ہاں! تو میں کہہ رہا ہوں کہ انہوں نے جو فرمایا کہ: 'إِنَّ لِهَذَا الْبَيْتِ رَبًّا يَحْمِيهِ' اس گھر کا ایک رب ہے جو خود حفاظت کرے گا، پھر اللہ نے کیسے حفاظت کی؟ ابرہہ کے لشکر کا کوئی انسان بھی بیت اللہ یا مکہ میں داخل نہیں ہو سکا، وہ سب تباہ و برباد ہو گئے، خود وہ وہاں سے بھاگا۔ تو میں کہا کرتا ہوں کہ اعدائے اسلام کو معلوم ہونا چاہئے کہ 'إِنَّ لِهَذَا السَّيِّدِ رَبًّا يَحْمِيهِ' یہ دین جسے اللہ نے آخری دین بنا کر بھیجا ہے۔ آپ ﷺ کو خاتم الانبیاء بنا کر بھیجا ہے۔ اب قیامت تک کے لئے یہی دین چلے گا، آپ ﷺ کے بعد کوئی نیا پیغمبر نہیں آئے گا۔ یہی کتاب چلے گی، یہی قبلہ ہوگا، یہی امت ہوگی۔ اور تم اگر چاہو اس کو ختم کرنا، یہ ناممکن ہے۔ تم مٹ جاؤ گے، ختم ہو جاؤ گے، اسلام نہیں مٹے گا:

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اُتِنَا هِيَ يَهْ اُبْهَرُے گا جتنا کہ دباؤ گے

اور یہ بھی یاد رکھو کہ یہ امت الحمد للہ! بانجھ نہیں ہے۔ اس میں ان شاء اللہ! اگر ایک مفتی عبدالمجید شہید ہوئے، اگر ایک مفتی صالح شہید ہوئے، تو ان شاء اللہ! سینکڑوں مفتی عبدالمجید، سینکڑوں مفتی صالح پیدا ہوں گے۔ اور میں اپنے عزیز طلبہ سے یہی کہوں گا کہ اپنے اندر یہ جذبہ پیدا کرو، اپنی محنت کو دو گنا کر دو۔ یہ میدان اللہ نے کھلا چھوڑا ہے، جو آگے بڑھے گا اس کو یہ اعزاز ملے گا۔ آج بھی اس امت کے اندر بڑے بڑے علماء، مفتی، مفسر، محدث پیدا ہو رہے ہیں اور پیدا ہوتے رہیں گے۔ لیکن اس میں وہی شرط ہے، جیسے اپنے بزرگوں کو ہم نے دیکھا، آپ نے دیکھا یا سنا ہے، اپنے اندر اخلاص پیدا کرو، اس دین کو صرف اللہ کے لئے حاصل کرو۔ آپ نے دیکھا ہوگا یا سنا ہوگا کہ فوجیوں کی ٹریننگ ہوتی ہے، کچھ عرصہ بڑی سخت ٹریننگ ہوتی ہے اور ٹریننگ کے بعد جب وہ فارغ ہوتا ہے تو وہ سرکاری فوجی ہو جاتا ہے۔ اب وہ سرکاری انسان ہے، جہاں اس کی ڈیوٹی لگا دو، وہ انکار نہیں کرتا، یہاں کھڑے ہو جاؤ، ادھر بارڈر پر چلے جاؤ، ادھر چلے جاؤ۔ تو اس لئے میں اپنے عزیز طلبہ سے، اپنے محترم اساتذہ کرام سے کہوں گا کہ آپ اپنی محنتوں کو اور بڑھا دیں۔ دین کو مقصد بنا کر، علم کو مقصد بنا کر، آگے بڑھیں۔ ان شاء اللہ! آج بھی ان مدارس کے اندر اس دین کے بڑے بڑے علماء پیدا ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ختم نہیں ہوئی۔ یہ الگ بات ہے کہ بہر حال ہم کمزور ہیں، اور ہمارے دل کمزور ہیں اور اپنے ایسے مخلص اساتذہ کرام اور ہمارے مخلص شرکائے عمل ان کے جانے سے ہمیں دکھ ہوتا

ہے۔ لیکن آپ ﷺ نے اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا ”العین تدمع والقلب يحزن وانا بفراقك يا ابراهيم! لمحزونون، ولا نقول إلا بما يرضى به ربنا تبارك وتعالى“، تو ہم بھی ان حضرات سے یہی کہیں گے کہ یا مفتی عبدالمجید! مفتی صالح! حسان! ”العین تدمع والقلب يحزن وانا بفراقكم يا شهداء! لمحزونون“۔

اور اس موقع پر مجھے اپنے دوسرے ایک ستون بھی یاد آ رہے ہیں مولانا عطاء الرحمن شہید۔ آپ سب جانتے ہیں کہ ایک جہاز کے حادثہ میں وہ بھی شہید ہوئے۔ سب کے لئے ہمارا فرض یہ ہے، خصوصاً طلبہ میں بھی جوان حضرات کے شاگرد ہیں، تو جتنا آپ پر زندگی میں ان کے حقوق ہیں، اُن کے دنیا سے جانے کے بعد بھی اُن کے حقوق ہیں۔ اور وہ کیا ہیں؟ آپ ان کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں ”او ولد صالح يدعوله“۔ روحانی اولاد کا بھی یہی حق ہے، جس طرح جسمانی اولاد کا حق ہے۔

میں آپ کو صرف ترغیب کے لئے سناتا ہوں، دکھلاوے کے لئے نہیں کہ الحمد للہ! میں اپنے بعض مشائخ اور بعض مخلصین اور میری ایک عادت بنی ہوئی ہے کہ جب سے وہ شہید ہوئے یا دنیا سے چلے گئے، میں ہر نماز میں ایک ایک کے لئے سورہ فاتحہ پڑھ کر دعا کرتا ہوں اور میرے پاس تقریباً ابھی یوں سمجھئے ابھی تک چوبیس آدمیوں کی لسٹ ہے، جس کی ابتدا والدہ مرحومہ سے ہوتی ہے، والدہ، والد، حضرت بنوری رحمہ اللہ۔ یوں کرتے، کرتے، کرتے، چوبیسواں نمبر ہے مولانا عطاء الرحمن صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا۔ اور الحمد للہ سفر ہو، حضر ہو، ہر نماز کے بعد میں بھولتا نہیں۔ اس پر اگر میں قسم کھاؤں تو ان شاء اللہ! حانت نہیں ہوں گا۔ بہر حال ہم سے یہی ہو سکتا ہے اور ہم کیا کر سکتے ہیں؟ ہاں بھائی! اس موقع پر جب ابھی دعا ہوگی۔ آپ سب کو معلوم ہے کہ جامعہ ہو یا جامعہ کے متعلقین اور پھر آپ جانتے ہیں کہ علماء کا ایک خاندان ہے، مشرق میں ہو، مغرب میں ہو، ایک کی مصیبت سب کی مصیبت ہے۔ ہمارے مولانا عبدالرؤف صاحب غرنوی جنہوں نے ابھی آپ کے سامنے بیان کیا ہے، چند دن پہلے آپ کو یاد ہوگا ان کے بھائی مولانا رحمت اللہ صاحب کو کوئٹہ میں شہید کیا گیا۔ اسی طرح مولانا ہمارے بزرگ بڑے استاذوں میں (مولانا فضل محمد صاحب) ان کے رشتہ داروں کا حادثہ ہوا، یہ بھی ایک درجہ کی شہادت ہے۔ گاڑی پہاڑی علاقہ میں الٹ گئی اور گر گئی اور اس میں وہ شہید ہو گئے۔ اسی طرح جو آپ سب جانتے ہیں کہ ہماری تو ایک لمبی لسٹ ہے اور جامعہ کے شہداء کی اور بڑے حضرات کی۔ جب بھی دعا ہو، سب حضرات کے لئے آپ دعائیں کریں۔ اور جس طرح آپ نے صبر و تحمل کا ثبوت دیا ہے، اس حادثہ کے بعد اور اس کے بعد احتجاج کی شکل میں، امید ہے آئندہ بھی آپ اس صفت کو زیادہ سے زیادہ مضبوط رکھیں گے۔ ہمیں بہر حال ان حضرات کی جدائی پر صدمہ ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ جن کا حکم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ اس کے بندے صبر کریں اور مومن کا بڑا سہارا یہی ہوتا ہے کہ جب افسوسناک خبر سنتا ہے تو ”إنا لله وانا إليه راجعون“ پڑھتا ہے۔

ہم بھی ادھر ہی جا رہے ہیں۔ بھائی! وہ تو تب ہوتا کہ وہ گئے، ہم پیچھے رہ گئے، اب ہمیشہ جدائی ہوگئی۔ نہیں بھائی! یہ تو مسافروں والی بات ہے، ایک آج روانہ ہو رہا ہے، وہ کل جا رہا ہے۔ یہ تو ہمارے پیچھے والوں کے لئے صبر آزما بات ہے، ورنہ شہداء تو خوش ہو رہے ہیں، وہ تو اپنے دوسرے شہداء کے ساتھ گپیں لگا رہے ہوں گے۔ ہمارا یقین ہے ان شاء اللہ! ہمارے جتنے شہداء جا چکے ہیں وہ بیٹھیں گے، ملاقاتیں ہو رہی ہوگی، خوش ہوں گے اور پھر سب سے بڑا وہاں پر حضور ﷺ، صحابہ کرامؓ بڑی بڑی شخصیات سے ملاقاتیں ہو رہی ہوں گی۔ یہ کتنی بڑی نعمت ہے؟! وہ تو کامیاب ہی کامیاب ہیں، اسی لئے وہ ایک صحابیؓ کو جب تیر لگا تو فرمانے لگے: "فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ!"۔

حضرت بلالؓ بیمار تھے دمشق میں، آج بھی ان کی قبر دمشق میں ہے اور ایک چھوٹی سی مسجد کے کنارے پر ہے، تو وہ بیمار تھے، بیوی بیچاری پریشان ہوگئی، کیا مصیبت آئی ہے؟ ایسے کچھ الفاظ کہے ہوں گے یا نوحہ کیا ہوگا تو اس کے جواب میں کہتے ہیں: "یا طرباہ" خوشی کا اظہار کر رہے ہیں اور خوشی! اور "غداً نلقى الأحبة" کتنی خوشی کی بات ہے، کل دوستوں سے ملاقات ہوگی، اور چھوڑو "محمداً وصحبہ" محمد ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات ہوگی۔ اور یاد رکھو! تم بھی، تعجب کی بات نہیں ہے، ہمارے ہاں عقائد کی کتابوں میں لکھا ہے: "کرامات الأولیاء حق" اولیاء کی کرامتیں حق ہوتی ہیں، اللہ تعالیٰ بعض دفعہ اپنے بندوں کو دکھا دیتا ہے کہ آپ کا وقت آ گیا ہے، جیسے آج ہماری ظاہری زندگی میں کوئی آ کر کہے کہ یہ آپ کا ٹکٹ ہے، فلاں وقت آپ کو جہاز میں جانا ہے، ان کو اللہ نے بتا دیا کہ کل آپ کی (وفات ہے)۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جس دن شہید ہوئے ہیں تو اسی دن انہوں نے خواب دیکھا اور ساتھ میں آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ عثمان! تم پر بہت زیادہ زیادتی ہو رہی ہے اور کل شام کو ہمارے ہاں روزہ افطار کرنا اور یہی ہوا۔ بہر حال جو جا چکے وہ تو کامیاب ہی کامیاب ہیں "فزت ورب الکعبة" اور ابھی آپ نے قاری صاحب سے اور مولانا سے بھی شہداء کے بارے میں وہ آیات سنی ہیں: "لَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ، بَلْ أَحْيَاءٌ"۔ یعنی "جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ہیں، ان کو مردہ نہ کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں"۔

اس لئے بھائی! ہمارے لئے تو سکون کی چیز یہ ہے کہ الحمد للہ! ہمارے شہداء جنت میں مزے کر رہے ہوں گے، اللہ نے ان کو بہت اونچے درجات دیئے ہوں گے اور وہ پیچھے والوں کے لئے شاید دعائیں بھی کرتے ہوں گے۔ جن کو اتنا اونچا مقام ملتا ہے وہ پیچھے والوں کو بھولتے نہیں ہیں۔ اگر ہم ان کے راستے پر چلیں گے اور دین کے لئے مخلص ہوں گے تو اللہ تعالیٰ وہی برکات یہاں بھی نصیب فرمائے گا۔ بہر حال میں اتنی بات پر اکتفا کرتا ہوں اور ہمیں بہر حال نہ بیان آتا ہے، نہ اس طرح کی باتیں ہوتی ہیں۔ ہم تو یہی کہہ سکتے ہیں، عم تو ہے، یاأسفیی علی المفتری عبد المجید، ویاأسفیی علی المفتری صالح ویاأسفیی علی هذا الشاب ویاأسفیی علی الشیخ عطاء الرحمن رحمہم اللہ تعالیٰ۔